"الکنز المدفون" کے مصنف کی تحقیق

از جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب دہلوی رفیق ادارہ

"الکنز المدفون والفلک المشحون" ایک متفرق معلومات کا مجموعہ ہے جس میں لطائف المعارف لابن قتیبۃ ، الکشکول للشیخ بہاء الدین العاملی اور الطریف للادیب الظریف مؤلفہ مولانا عبد الاول جونپوری کی طرح بلا ترتیب بہت سی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ مجموعہ مذکورہ تمام مجموعوں سے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس میں تالیف و ترتیب نام کو بھی نہیں ہے کوئی سے دو اقتباس آپس میں قطعاً کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ میرے علم میں اس کے مطبوعہ چار نسخے ہیں۔ ایک[1] طبع بولاق ۱۲۸۸ھ ، دوسرا[2] مطبوعہ مصر ۱۲۹۳ھ جس کے حوالجات حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں ملتے ہیں ، تیسرا[3] نسخہ مصر سے ۱۳۰۳ء میں شائع ہوا[1] ہے اور چوتھا نسخہ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ میں مطبعہ میمنیہ مصر کا طبع شدہ ہے جو اس وقت میرے سامنے ہے۔ تعداد صفحات علاوہ فہرست ۲۵۸۔ اس کی لوح پر مصنف کے نام کی جگہ یہ عبارت ہے :

"المنسوب للعالم العلامۃ الشیخ جلال الدین الاسیوطی

---

[1] یوسف الیان سرکیس کی کتاب "معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ" ج ۱ کالم ۱۹۶۰ (مطبعہ مصر ۱۳۴۹ھ) میں صرف دو نسخوں اول اور سوئم کا پتہ دیا گیا ہے۔

نفعنا اللہ بہ آمین ۔"

یہ "المنسوب" کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ اس لوح کے ترتیب دینے والے کے نزدیک خود یہ بات یقینی نہیں ہے کہ اس کے مؤلف علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ ہیں۔

تاریخی شہادت مؤرخین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطی کی تالیف نہیں بلکہ شیخ شرف الدین یونس المالکی کی تصنیف ہے چنانچہ کشف الظنون میں ہے:

"الکنز المدفون و الفلك المشحون" مجموعة جمعها یونس المالکی[1]۔"

اور المنجد میں اصل مصنف کے ذکر کے بعد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

"ینسب غلطا لجلال الدین السیوطی[2]۔"

یوسف سرکیس نے بھی یہی کہا ہے کہ

"وینسب ھذا الکتاب غلطا لجلال الدین السیوطی[3]۔"

علامہ عبدالحی لکھنوی نے "تبصرۃ الناقد" پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جو شخص اس کتاب کا ایک بار بھی شروع سے اخیر تک مطالعہ کرے گا وہ یقینی طور پر یہ جان لے گا کہ یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف نہیں ہے[4]۔"

خود کتاب کی شہادت صفحہ اول پر جو لفظ المنسوب ہے وہ بھی اگرچہ اس بات کو کمزور کرنے

---

[1] کشف الظنون ج ۲ ص ۳۳۶

[2] المنجد القسم الثانی فی الادب والعلوم ص ۴۴۵

[3] معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ ج ۱۱ کالم ۱۹۶۰

[4] تذکرۃ الراشد ص ۲۶ ، غیث الغمام علی حواشی امام الکلام ص ۲۹

کے لئے کافی ہے کہ یہ علامہ سیوطی کی تصنیف ہے مگر یہ شہادت مصنف کے قلم سے نہیں ہے ہم چند شہادتیں خود مصنف کے قلم کی نقل کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ عبدالحی لکھنوی غیث الغمام حاشیۂ امام الکلام میں فرماتے ہیں کہ الکنز المدفون کے مصنف نے لکھا ہے کہ: رأیت فیما اختصرہ عمی القاضی ابو عمر سقی اللہ عہدہ۔۔۔ الخ" مولانا فرماتے ہیں کہ سیوطی کے کوئی چچا "ابو عمر" کنیت والے نہیں ہیں[1]۔

۲۔ الکنز المدفون کے مصنف حافظ ابو عبداللہ الذہبی کے شاگرد ہیں جیسا کہ انھوں نے متعدد مقامات پر ظاہر کیا ہے مثلاً ص۱۷ پر لکھتے ہیں: "ومن تاریخ شیخنا الحافظ ابی عبداللہ الذھبی" اور حافظ ذہبی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہے اور سیوطی کی پیدائش ۸۵۹ھ کی ہے تو ذہبی سے سیوطی کے تلمذ کا کیا امکان ہے۔ ایک صدی سے زائد کا فصل ہے۔

اسی طرح الکنز المدفون ص۱۸۲ میں ہے "—— اخبرنا شیخنا الحافظ الذہبی رحمہ اللہ" جس سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف حافظ ذہبی کے براہ راست شاگرد ہیں۔ یہ دوسری عبارت علامہ عبدالحی لکھنوی نے بھی استدلال میں پیش کی ہے۔

۳۔ ص۲۴۳ پر ایک عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "وفی تفسیر شیخنا ابی حیان رحمہ اللہ تعالیٰ" اور یہ معلوم ہے کہ ابو حیان کی وفات ۷۴۵ھ میں ہے لہٰذا سیوطی کا تلمذ ان سے بھی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

۴۔ اسی کتاب میں ایک جگہ ص۱۵۳ پر لکھتے ہیں: "اجتمعت بالاخ فی اللہ ناصر الدین بن المیلق بالقدس فی ثالث عشرین من شعبان سنۃ سبع وستین وسبعمائۃ ووقع بیننا مذاکرۃ استفدت من بعضھا" —— یعنی میں اپنے دینی بھائی ناصر الدین

---

[1] غیث الغمام ص۲۹

ابن الملیق سے ۲۳ شعبان سن سات سو ستر سٹھ (۷۶۷ھ) کو قدس میں ملاقات ہوئی اور ہمارے درمیان علمی گفتگو رہی اور میں نے اس گفتگو سے فائدہ اٹھایا۔

یہ عبارت کس قدر صاف وصریح ہے اور حسن اتفاق سے سن ملاقات ہندسوں میں بھی نہیں کہ کسی درجہ میں غلطی کا شبہ ہو سکے بلکہ صاف وصریح لفظوں میں لکھا ہے۔

اس کے علاوہ ص۱۳۰ و ص۳۹ وغیرہ پر اس دور کے بعض دوسرے علماء سے بھی ملاقات کا پتہ چلتا ہے۔

۵۔ ایک اہم انکشاف اور سب سے بڑا ثبوت جس پر تعجب ہے کہ اب تک کسی کی نظر نہیں پڑی حتیٰ کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دوسری ہی چیزوں سے استدلال کیا مگر ان کی بھی اس پر نظر نہیں گئی یہ ہے کہ اس کتاب میں ص۱۵۵ پر مصنف کا پورا نام الگ الگ حروف میں درج ہے۔ عبارت یہ ہے:

"الحمد للہ من کلام کاتبہ جامع ھذا الکتاب الفقیر

ی و ن س ا ل م ا ل ک ی خ د م ب ہا

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔"

اس کے بعد مصنف نے اپنا وہ سلام نقل کیا ہے جو انھوں نے روضۂ مطہرہ مبارکہ پر پیش کیا ہے۔ یہ کل چودہ اشعار ہیں۔ اخیر کے دو شعر یہ ہیں ؎

فقیرک یونس المسکین یرجو
یبدل کسرہ منکم بجبر

"یعنی آپ کا گدا مسکین یونس یہ آرزو رکھتا ہے کہ اس کی کوتاہیوں کی مکافات آپ کی بارگاہ سے کر دی جائے۔"

ویدخل معکم جنات عدن
ویحظی بالنعیم المستمر

ـــ (اس کی تمنا یہ بھی ہے کہ) آپ کے ساتھ "جنات عدن" کا داخلہ نصیب ہو اور (جنت کی) دائمی نعمتوں سے بہرہ یاب ہو۔"

(ص۱۵۸ و ص۱۵۹)

ان دو جگہوں پر صراحت کے ساتھ نام دیکھ لینے کے بعد اب کسی اور خارجی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔

میرے لئے اس تلاش کا محرک ہر بڑی چھوٹی تحقیق کا جو اوّلین محرک ہوتا ہے وہ عموماً کوئی ایسی نا قابل ذکر اور غیر اہم سی بات ہوتی ہے کہ اکثر یہ ذہن میں بھی نہیں رہتا کہ ہم نے آخر یہ تلاش و جستجو شروع کیوں کی تھی۔ ظاہر ہے کہ ہم نے جو کتابیں الٹ پلٹ کیں اور خود اس کتاب کو کھنگالا اس کی وجہ محض یہ شبہ تھا کہ یہ کتاب علامہ سیوطی کی تالیف ہے بھی یا نہیں؟ لیکن خود یہ شبہ کیسے پیدا ہوا؟ اور اس کی تلاش و جستجو کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تو اس کی بنیاد صرف یہ ہے کہ الکنز المدفون ص۱، ص۳۲۲ اور ص۳۵۵ وغیرہ پہ متعدد احادیث بلا حوالہ نقل کی گئی ہیں کہیں "ورد فی الحدیث" کہہ کر اور کہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور دوسرے الفاظ سے روایات نقل کی ہیں حالانکہ سیوطی کی عادت ہے کہ کوئی روایت بھی خواہ وہ مضمون کیسا ہی ہو جب بھی نقل کریں گے تو حوالہ ضرور دیں گے اور متون حدیث پر جتنی وسیع نظر سیوطی کی ہے ایسا وسیع النظر ان کے دور میں تو خیر کوئی تھا ہی نہیں ان سے قبل بھی اس درمیانی دور میں ایسے وسیع النظر کم ہوئے ہیں۔ اس بات سے شبہ ہوا کہ سیوطی جو شاید اگر نیند میں بھی ان کی زبان سے کوئی حدیث نکلے تو اخرج فلانٌ عن فلانٍ کے بغیر نہ نکلے انھوں نے ورد فی الحدیث کیسے لکھدیا۔

وجہ اشتباہ کوئی کتاب جب اپنے اصل مصنف کے بجائے کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو رہی ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی وجہ اشتباہ ہونی چاہیئے حالانکہ یہاں بظاہر

کوئی وجہ نہیں مصنف کا نام، نسبت اور عہد سب بالکل الگ ہیں ۔ لیکن وجہ اشتباہ یہاں یہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی کی ایک کتاب کا نام ہے "الفلک المشحون" اور اس زیرِ بحث کتاب کا پورا نام ہے "الکنز المدفون و الفلک المشحون" یہ دونوں چونکہ نام کے ایک جز کے لحاظ سے ہمنام ہیں اور سیوطی کی اکثر تصانیف بہت معروف و مشہور ہیں تو بظاہر کسی مطبع والے نے جب اول اول اس کو شائع کیا ہوگا تو ممکن ہے سرورق پر مصنف کا نام درج نہ ہو تو سیوطی کی الفلک المشحون سمجھکر اپنی یادداشت سے اس نے یہ نام لکھ دیا ہو۔ اور یہ "المنسوب" کا لفظ جو مصنف کے نام کے ساتھ لایا گیا ہے اس کی وجہ بظاہر وہی ہے کہ کتاب کے اندر کی بعض چیزیں بادی النظر ہی میں ایک صاحبِ علم کو یہ سوچنے پر مجبور کردیتی ہیں کہ یہ کتاب علامہ سیوطی کی ہے یا کسی اور کی تالیف ہے۔

مصنف کی تاریخ وفات

مصنف کی تاریخ وفات باوجود تلاش کے راقم الحروف کو ابھی تک نہیں ملی ہے۔ کشف الظنون میں المتوفی سنـــــہ لکھ کر خالی چھوڑ دیا ہے۔ یوسف الیان سرکیس نے بھی باوجود فراوانی اسباب و وسائل کے ان کے سن وفات معلوم کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ صرف اتنا لکھ گئے ہیں

لہ مضمون نگار نے اب سے کوئی دس گیارہ سال قبل ۸۲ھ ۸۳ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں علامہ سیوطی کا ایک رسالہ دیکھا تھا جس میں علامہ نے اپنی مختلف علوم و فنون کی تمام کتابوں کی فہرست الگ الگ فن وار مرتب کی ہے اس میں اس کتاب "الفلک المشحون" کا بھی ذکر ہے ۔ سردست وہ رسالہ حاصل نہیں ہوسکا تاکہ اس رسالہ کے نام وصفحہ کا حوالہ دیا جاسکتا لیکن راقم سطور کو خوب اچھی طرح "رأی العین" یاد ہے اور کشف الظنون میں بھی باب الفاء میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

(ج ۲ صـ ۳۵)

کہ "نبغ سنۃ ۵۸۰" یعنی ۵۸۰ھ میں ظاہر ہوئے۔

جہاں تک مصنف کے دور کا تعلق ہے تو وہ مذکورہ بالا عبارتوں سے پوری طرح متعین ہوجاتا ہے، لیکن پیدائش و وفات کے سنین کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ ایک عبارت کتاب کے اندر ایسی ملتی ہے جس سے ان کی عمر کی تقریبی حدود متعین ہوجاتی ہیں ص۱۱۳ پر لکھتے ہیں:

"فی تفسیر شیخنا ابن الاثیر" — یعنی ہمارے شیخ ابن الاثیر کی تفسیر میں یہ ہے پھر ایک عبارت نقل کی ہے — یہاں یہ بات علم میں رہنی چاہئے کہ "ابن الاثیر" کی کنیت سے تاریخ میں چار ہستیاں گذری ہیں اور چاروں صاحب تصانیف ہیں اور چاروں ہی ساتویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔

۱۔ ابو السعادات المبارک بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ ان کی مشہور کتاب جامع الاصول لاحادیث الرسول اور النہایۃ فی غریب الحدیث ہے[۲]۔

۲۔ ضیاء الدین ابو الفتح نصر اللہ بن ابی الکرم، ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۷ھ۔ ان کی مشہور کتاب "المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر" ہے[۳]۔

۳۔ ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ۔ تاریخ کامل اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کے مصنف یہی ہیں[۴]۔

یہ تینوں "ابن الاثیر" بھائی ہیں[۵]۔

---

[۱] معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ ج ۱۱ کالم ۱۹۶۰

[۲] شذرات الذہب ج ۵ ص۲۲، کشف الظنون ج ۱ ص۳۵۸، وفیات الاعیان ج ۱ ص۴۴۱

[۳] کشف الظنون ج ۲ ص۳۷۵، وفیات الاعیان ج ۲ ص۱۵۸

[۴] وفیات الاعیان ج ۱ ص۳۴۷، کشف الظنون ج ۲ ص۲۵۶، شذرات الذہب ج ۵ ص۱۳۷

[۵] وفیات الاعیان ج ۱ ص۳۴۷ و ج ۲ ص۱۶۱

۴۔ قاضی عماد الدین اسماعیل بن تاج الدین ابن الاثیر الحلبی المتوفی ۶۹۶ھ۔ عمدۃ الاحکام کی شرح احکام الاحکام انہی کی تصنیف ہے۔[1]

ان چاروں میں سے جہاں تک اس ناچیز کو معلوم ہے تفسیر قرآن پر کتاب اول ہی کی ہے جس کا نام ہے "الانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف"۔ یہ تفسیر ثعلبی اور زمخشری کی تفسیروں سے ماخوذ ہے ــــ اس لحاظ سے الکنز المدفون کے مصنف جن ابن الاثیر کو اپنا شیخ بتاتے ہیں وہ اول ہی ہوئے اور ان کا انتقال ساتویں صدی کے آغاز ہی میں ہوگیا تھا یعنی ۶۰۶ھ میں اور گذشتہ صفحات میں نقل کیا جاچکا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ ۶۷۰ھ میں القدس کے ایک علمی مذاکرے میں شریک ہوئے ہیں۔ اس طرح اگر مصنف کا ابن الاثیر کو شیخنا کہنا حقیقی اور عام و معروف معنی میں ہے اور فرض کیجئے ابن الاثیر سے تلمذ انھوں نے اپنے بالکل بچپن اور ان کے اخیر زندگی ہی میں حاصل کیا ہو تب بھی عمر بہت طویل قرار پاتی ہے۔ ان کا عہد متعین کرنے میں یہ دو خبریں کافی حد تک مدد دیتی ہیں تاہم مجال تحقیق وسیع ہے۔

"کم ترک الاول للآخر"

ــــ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] کشف الظنون ج ۱ ص ۵۴ و ج ۲ ص ۱۳۱

گذارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں خط وکتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ کے نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو ــــ (منیجر)